شاہ محمد جعفر پھلواروی

پاکستانی ثقافت

ہر شے کی تعریف الفاظ میں کرنا بس اسی حد تک ممکن ہے کہ اس چیز کا ایک دھندلا سا نقش ابھر کر سامنے آجائے۔ تعریف سے کسی شے کو پہچاننے میں مدد تو مل سکتی ہے لیکن پہچان کا سارا دارو مدار محض تعریف پر نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ایک ان پڑھ شخص ایک چیز کی تعریف سے بالکل ناواقف ہو لیکن اس چیز کو پہچاننے میں اسے کوئی دشواری نہ ہو اور اسی طرح یہ بھی عین ممکن ہے کہ ایک آدمی کسی چیز کی تعریف تو کر دے لیکن جب وہ چیز اس کے سامنے آئے تو وہ پہچان نہ سکے۔ جہاں تک مادی محسوسات کا تعلق ہے ہم یہی دیکھتے ہیں کہ تجربے یا وجدان سے ایک شے بڑی آسانی سے پہچان لی جاتی ہے۔ بچہ "ماں" کی منطقی تعریف سے قطعاً ناآشنا ہوتا ہے لیکن وہ اپنی ماں کو سب سے زیادہ پہچان لیتا ہے۔ ایک دہقانی بڑی آسانی سے کالی گائے اور کالی بھینس میں یا گھوڑے اور خچر میں تمیز کر لیتا ہے حالانکہ وہ دونوں کی امتیازی تعریف سے بالکل نابلد ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر ایک اہل علم کے سامنے آپ کسی نادیدہ شے کی نہایت جامع مانع تعریف کر دیں تو یہ کوئی ضروری نہیں کہ جب وہ چیز پہلی بار آپ کے سامنے آئے تو آپ اسے فوراً پہچان بھی لیں۔

یہ تو مادی محسوسات کا حال ہے۔ اس سے زیادہ دشواری وہاں پیش آتی ہے جہاں محسوسات کی بجائے صرف ذہنی تصورات ہوں، اقدار ہوں یا مطلق (ABSOLUTE) قسم کی چیزیں ہوں۔ ہر دل میں کسی نہ کسی کی محبت ہوتی ہے لیکن محبت کی منطقی تعریف مشکل ہے۔ صاحب اولاد جانتا ہے کہ اولاد کی محبت کیا ہوتی ہے لیکن اس کی کوئی ایسی تعریف ممکن نہیں کہ ایک بے اولاد شخص کو بھی اس کا احساس ہو جائے۔ ان اقدار کی صحیح شناخت میں تجربہ، وجدان، عقل، فہم وغیرہ سب ہی منطقی تعریف کے شریک و معین ہوتے ہیں۔

غرض تعریف بہت کچھ ہے لیکن سب کچھ نہیں۔ اس سے بہت کچھ مدد ملتی ہے لیکن شناخت کا سارا دارومدار اسی پر نہیں۔ یوں کہیئے کہ اس سے پورا کام تو نہیں چل سکتا لیکن اس کے بغیر بھی کام نہیں چلتا۔

اس دوگونہ دشواری کے اعتراف کے بعد اب آئیے ثقافت (CULTURE) کی طرف۔

اسلامی ثقافت کی کیا تعریف ہے؟ پھر پاکستانی ثقافت کیا ہے؟ نیز کسی ثقافت کی اصل محرک و عامل کیا شے ہے؟ ان سوالوں کو حل کرنے سے پہلے ہمیں یہ جاننا پڑے گا کہ خود ثقافت کیا چیز ہے اور اس کی کیا تعریف ہے؟ ثقافت دراصل ترجمہ ہے انگریزی لفظ کلچر کا۔ اور اس کی تعریف انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجنز اینڈ اینتھکس میں یوں ہے:

"TO BACON THE WORLD IS INDEBTED FOR THE TERM, AS WELL AS FOR THE PHILOSOPHY OF CULTURE WHILE OF ITSELF THE NOTION OF CULTURE MAY BE BROAD ENOUGH TO EXPRESS ALL FORMS OF SPIRITUAL IN MAN —— INTELECTUAL, RELIGIOUS, ETHICAL —— IT IS BEST UNDERSTOOD INTENSIVELY AS HUMANITY'S EFFORT TO ASSERT ITS INNER AND INDEPENDANT BEING"

یعنی دنیا اس لفظ کلچر اور اس کے فلسفے کے معاملے میں بیکن کی رہینِ منت ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور یہ کلچر کا مفہوم اتنا وسیع ہو سکتا ہے کہ انسانی زندگی کے مختلف مظاہر اور متنوع صورتوں مثلاً ذہنی، مذہبی اور اخلاقی سب پر حاوی ہو۔ دوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ انسانیت نے جہاں کہیں اپنے داخلی اور نفسیاتی پہلوؤں کو اور اپنے ارادہ و اختیار کی گہرائیوں کو ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے وہی کلچر ہے۔

(ENCYCLOPAEDIA OF RELIGIONS AND ETHICS P. 358)

اس تعریف سے معلوم ہوتا ہے کہ ثقافت اتنی ہمہ گیر چیز ہے کہ انسانی زندگی کے تمام گوشے اس کے اندر آجاتے ہیں۔ اس میں ایک قوم کا رہن سہن، لباس، خوراک، عبادات، شادی و مرگ کی رسوم، نشست و برخاست، معاملات حتیٰ کہ جنتری اور موسیقی اور تعمیراتی نقشے وغیرہ ساری چیزیں آجاتی ہیں۔ اسی مفہوم کو بعض اہل لغت WAY OF LIFE OF A NATION یعنی قومی انداز زیست سے تعبیر کرتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ کسی ثقافت کے عوامل یعنی اصل محرک کیا چیز ہے؟ وہ کونسی چیز ہے جو کسی کلچر کی تخلیق کرتی ہے؟ اس تعریف سے بھی واضح ہے کہ ہر ثقافت کا محور کوئی عقیدہ ہوتا ہے۔ زندگی اور کائنات کے بارے میں جس قوم کا جو تصور ہوگا اسی تصور کے گرد اس کی ساری ثقافت گردش کرے گی۔

یہ ناممکن ہے کہ عقیدہ کچھ اور ہو اور عمل کچھ اور۔ لفظ عقیدہ کا ہم عام رواج کے مطابق بول رہے ہیں ورنہ اس کے لیے زیادہ صحیح لفظ ایمان ہے۔ انسان پہلے ایمان لاتا ہے جو ہوتا ہی ہے بالغیب ــــ اس کے بعد ہی اس کا عمل شروع ہوتا ہے۔ اگر عمل میں نقص ہو تو لازمی طور پر اسے ناقص ایمان ہی کا نتیجہ سمجھنا چاہیئے۔

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ ایمان کے خلاف بھی عمل ہوتا ہے اور مثال یہ پیش کی جاتی ہے کہ چور چوری کو بُرا سمجھتا ہے اور اس کی برائی پر ایمان رکھتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ چوری بھی کرتا ہے۔ لیکن گہرائی میں جا کر دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ اس کی چوری بھی اس کے کسی ایمان ہی کا نتیجہ ہے۔ ایک طرف اس کا ایمان بظاہر یہ ہے کہ چوری بُری چیز ہے لیکن دوسری طرف اس کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اگر میں چوری نہ کروں گا تو بھوکا مر جاؤں گا۔ یہ دوسرا عقیدہ اس کے دل و دماغ پر اتنا چھایا ہوا ہوتا ہے کہ چوری کی برائی پر اس کا جو ایمان ہے وہ دب کر رہ جاتا ہے۔ چوری کے وقت تو اس کا یہ ایمان ــــ کہ چوری بُری چیز ہے ــــ گویا ختم ہو جاتا ہے۔ یہی وہ مضمون ہے جسے ایک حدیث میں یوں بیان کیا گیا ہے: لایزنی الزانی وھو مومن ...... الخ۔ زانی زنا کے وقت مومن نہیں ہوتا۔ اگر انسان کا یہ عقیدہ (ایمان) و یقین ہو کہ یہ سنکھیا کی ڈلی ہے تو وہ کبھی اسے نہیں کھائے گا یا اگر کھائے گا تو اس یقین کے ساتھ کہ اس سے موت واقع ہوگی۔

غرض انسان کے اعمال و وظائف ہمیشہ کسی عقیدے یا ایمان ہی کے گرد گردش کرتے ہیں اور یہی ایمان و عقیدہ ہے جو کلچر کی تخلیق کرتا ہے۔ ثقافت دراصل مظاہر ہیں عقیدہ و ایمان کے۔ زندگی کے ہر چھوٹے بڑے حرکت و سکون پر کوئی اعتقادی تصور ہی اثر انداز ہوتا ہے۔ جس شخص کا عقیدہ آواگون پر ہوگا وہ لازماً ایک طبقے کو پیدائشی اعلیٰ اور دوسرے کو پیدائشی ادنیٰ سمجھے گا اور چھوت چھات کا عمل اس سے صادر ہوگا۔ لیکن جس کا یہ عقیدہ نہ ہو وہ ایسی تفریق کو اپنے عمل سے ظاہر نہ ہونے دے گا۔ اسی طرح جس قوم کے افراد کا عقیدہ وطن، نسل، زبان، رنگ یا پیشے پر ہوگا اس قوم کی قومیت کی بنیاد بھی یہی چیزیں ہوں گی اور وہ زندگی کے تمام اعمال و وظائف کو اسی عینک سے دیکھے گی اور اسی کسوٹی پر پرکھے گی۔ اس کے افراد کے تمام حرکات و سکنات پر یہی عقیدہ اثر انداز ہوگا۔ اور اس کے کردار و عمل کے تمام گوشے اسی عقیدے کے مظاہر ہوں گے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اس کا انداز زیست کچھ اس نوع کا ہو جائے گا کہ اس کے معمولی معمولی اعمال سے یہ علم ہو جائے گا کہ یہ فلاں قوم یا ملک سے تعلق رکھنے والا فرد ہے۔ مثال کے طور پر یوں سمجھیئے کہ جس طرح ایک شخص کو بانس کی تیلیوں سے

چاول کھاتے دیکھ کر آپ فوراً اس نتیجے پر پہنچ جاتے ہیں کہ یہ چینی قوم کا فرد ہے۔ اسی طرح اگر کوئی چھینک کر الحمدللہ کہے تو آپ بلا تامل یہ فتویٰ لگا دیں گے کہ یہ مسلمان قوم کا فرد ہے۔ یوں ہی آپ کسی کا لباس دیکھ کر، کسی کی گفتگو سن کر، کسی کی صنعت دیکھ کر، کسی کا طریقۂ عبادت دیکھ کر، کسی کا رہن سہن دیکھ کر اور کسی کا کھانا دیکھ کر بخوبی یہ اندازہ کر لیتے ہیں کہ اس کا فلاں قوم سے تعلق ہے یا نہیں ہے۔

عقیدہ و ثقافت میں وہی نسبت ہے جو بیج اور درخت میں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ دو تخم یکساں نظر آئیں لیکن درخت بننے کے بعد دونوں کی شکل، رنگ، مزے، خاصیت وغیرہ میں زمین و آسمان کا فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ دونوں بیجوں کے اندر کی صلاحیت جداگانہ ہے۔ اور انہی صلاحیتوں کو دونوں تخم جداگانہ شکل بخشتے ہیں۔

یوں تو آپ ایک سیاہ فام موٹے ہونٹ، چھوٹی چھوٹی سرخ آنکھیں، گھونگر یالے بال دیکھ کر یہ سمجھ جاتے ہیں کہ یہ حبشی قوم کا فرد ہے لیکن اس کا شمار کسی کلچر میں نہیں۔ کیونکہ یہ باتیں کسی عقیدہ و تصور کے تحت نہیں ہوتیں بلکہ یہ قدرتی آب و ہوا کا اثر ہوتا ہے۔ اصل ثقافت وہی ہے جس کا آغاز کسی تصور یا عقیدے سے ہوا ہو اور وہ اختیاری ہو۔ اختیاری ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ کسی اعتقادی معاشی، سیاسی، ملکی، قومی (وغیرہ) ضرورت سے بالارادہ اختیار کیا گیا ہو۔ ایسی اختیاری چیزیں آگے چل کر ایسا جزوِ زندگی اور عادت ثانیہ بن جاتی ہیں کہ ان پر گویا بلا ارادہ عمل ہوتا ہے۔ اور اس وقت شاذ و نادر ہی خیال آتا ہے کہ ان چیزوں کا خالق فلاں تصور ہے۔

یوں تو ہر ایک شخص کا ارادہ، خیال اور پسند وغیرہ شکل و صورت کی طرح جدا جدا ہیں لیکن کچھ چیزیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کی وجہ سے ان افراد کے اندازِ زیست میں ایک یکسانی پیدا ہو جاتی ہے یکسانی کی یہ قدرِ مشترک اس طرح کی ہوتی ہے جو اس قوم کو دوسری قوم سے ممتاز بھی کر دیتی ہے۔ یہی چیز دراصل کسی قوم کا کلچر ہوتی ہے۔ اسے محض تعریفوں (DEFINITIONS) سے نہیں بلکہ بیشتر اسے وجدانی طور پر محسوس کیا جاتا ہے۔ اسی طرح گھوڑے اور خچر میں وجدانی طور پر تمیز کر لی جاتی ہے بغیر اس کے کہ کوئی منطقی استدلال ہو۔ بلاشبہ کچھ چیزیں ایسی بھی ہیں جو دنیا کی مختلف قوموں میں مشترک ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ بہت سی چیزیں ایسی بھی ملیں گی جو ایک قوم کو دوسری سے ممتاز کر دیتی ہیں۔ اگر رنگ میں یکسانی ہے تو زبان میں فرق ہوگا۔ لباس میں، کھانے میں، طرزِ معاشرت میں، مزاج میں، مزاح میں، ادب میں، بنیادِ قومیت میں، مذہبی تصورات میں، غرض کہیں نہ کہیں یہ فرق ضرور محسوس ہو جائے گا۔

یہاں یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ ثقافت (CULTURE) اور تمدن (CIVILIZATION) کی سرحدیں بہت ملتی ہوئی ہیں۔ تمدن بھی دراصل انہی مظاہر کا نام ہے جنہیں ہم ثقافت کہتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ ثقافت کی تخلیق تصور و عقیدہ کرتا ہے اور تمدن کو مادّی ضروریاتِ زندگی وجود میں لاتی ہیں۔ ایک پہیئے سے لے کر بھاری مشینوں تک ہر چیز تمدن کا مظہر ہے۔ لیکن ثقافت سے اس کا زیادہ تعلق نہیں۔

"ثقافت" کی اس تشریح کے بعد اب یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اسلامی ثقافت کیا ہے؟ اسلامی ثقافت کوئی ایسی متعین شے نہیں جو ہر ملک کے مسلمانوں میں ہر لحاظ سے یکساں ہو۔ اسلام رنگ، نسل، وطن، زبان اور پیشے پر اپنی قومیت کی بنیاد نہیں رکھتا۔ اس کی اساس ایک تصور (IDEALOGY) پر ہے۔ جو بھی اسے قبول کرلے وہ مسلمان ہوتا ہے خواہ اس کا تعلق کسی زبان، کسی پیشے، کسی نسل، کسی وطن اور کسی رنگ سے ہو۔ اسلام ان تمام اختلافات کے ہوتے ہوئے سبھوں کو اپنے اندر جذب کر لیتا ہے۔ ان بنیادہائے خمسہ (رنگ، نسل، وطن، زبان، پیشہ) کے جو فطری تقاضے ہیں وہ یقیناً اپنے پیچھے کچھ روایات رکھتے ہیں یا کچھ معاشی و سیاسی و ملکی مقتضیات کے حامل ہیں۔ اسلام ان میں رد و بدل کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتا۔ بس اتنا چاہتا ہے کہ ان سب کو ایک خاص زاویۂ نظر کے تحت رکھا جائے۔ اس کے لیے اس نے کچھ ہدایات دے دی ہیں۔ مثلاً:

(۱) غذاؤں میں حلال و حرام کا لحاظ رکھا جائے۔ وہ یہ نہیں کہتا کہ عرب روٹی کھاتے ہیں لہذا چاول اور کیک نہ کھاؤ۔

(۲) لباس میں ستر پوشی و پاکیزگی ملحوظ رہے۔ یہ اس کا یہ مطلب نہیں جوغہ ضرور پہنو۔ کوٹ نہ پہنو۔

(۳) زبان کو غیر مشروع عناصر سے پاک رکھا جائے۔ یہ ضروری نہیں کہ عربی میں بولو۔

(۴) جنگ اسلامی اقدار کے مطابق کرو۔ یہ لازمی نہیں تلوار کی جگہ بندوق نہ استعمال کرو وغیرہ وغیرہ

اسلام ان تمام ثقافتی اختلافات کو گوارا کرتا ہے اور مسلمان مسلمان ہونے کے باوجود چینی مسلمان، ترکی مسلمان، پاکستانی مسلمان ہو سکتا ہے۔ ان سب کی ملکی ثقافتیں الگ ہو سکتی ہیں لیکن ذہن اور زاویۂ نظر (ATTITUDE) ایک ہی ہونا چاہیئے۔ اسلام دوسری ثقافتوں میں صرف اتنا دخل دیتا ہے کہ:

۱۔ وہاں جو نئی مفید بات ہو اسے قبول کرلیا جائے۔ وہ بھی عین اسلامی ثقافت ہوگی۔

۲۔ جو مضر باتیں ہوں ان کو ترک کردیا جائے۔

۳۔ جب تک مفید ہے اسے باقی رکھا جائے اور جب تک مضر ہے اسے متروک رکھا جائے۔

ان شرائط کے ساتھ جس قوم و ملک میں جو بھی ثقافت ہے وہ عین اسلامی ثقافت ہو گی خواہ دوسرے ملک و قوم سے وہ مختلف ہی کیوں نہ ہو۔ ان اختلافات سے نفس اسلامی ثقافت پر کوئی اثر اس لیے نہیں پڑتا کہ ان اختلافات کے ساتھ بے شمار دوسرے عناصر ثقافت میں اتحاد بھی ہے۔ ہر ملک و قوم کا مسلمان ایک ہی طرح نماز ادا کرے گا۔ ایک ہی طرح حج کرے گا۔ ایک ہی طرح زکوٰۃ دے گا۔ ایک ہی ماہ میں روزے رکھے گا۔ لحم خنزیر کوئی نہیں کھائے گا۔ غیر ذبیحہ کوئی نہیں استعمال کرے گا۔ عریاں رہنا کوئی نہیں پسند کرے گا۔ بتوں کی کوئی بھی پرستش نہیں کرے گا۔ وغیرہ وغیرہ۔ ان بنیادی باتوں میں کامل اتحاد ہو گا۔ اگرچہ بعض جگہ بہت معمولی سا اختلاف بھی ہو گا

غرض اسلامی ثقافت اختلاف و اتحاد کی جامع ہے۔ بنیادی اتحاد اور فرعی اختلاف دونوں کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ اب ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اسلامی ثقافت ہر وہ ثقافت ہے جو (دوسری ثقافتوں سے بعض باتوں میں متحد ہونے کے باوجود) دوسری قوم سے ممتاز کر دے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک مسلمان مصری ایک عیسائی مصری سے لباس میں بظاہر ممتاز نہ ہو سکے۔ لیکن تھوڑی دیر کی صحبت میں دونوں سے کوئی ایسی بات ظاہر ہو گی جو ان کو ایک دوسرے کی قومیت سے الگ کر دے۔ اسلامی ثقافت کے لیے یہ ضروری نہیں کہ الف سے یے تک ہر بات میں غیر مسلم کلچر سے جدا ہو۔ کچھ چیزیں مشترک ہوں گی اور کچھ جداگانہ۔ ہر کلچر کا یہی حال ہے۔ اس میں کچھ باتیں دوسرے کلچر کی ہوتی ہیں اور کچھ نہیں ہوتیں

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے ہر ثقافت کا خالق کوئی خاص تصور ہوتا ہے۔ اسلامی کلچر کے پس پردہ بھی ایک خاص عقیدہ و تصور ہے اور وہ ہے خدا پرستی یا لا الٰہ الا اللّٰہ پر ایمان۔ اس تصور کی جڑ سے جو شاخ بھی نکلے گی وہ عین اسلامی ثقافت کی حامل ہو گی خواہ کسی دوسری ثقافت کی شاخ سے وہ ہم شکل ہی کیوں نہ ہو۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ اسلام ہر کلچر میں کھپ سکتا ہے بشرطیکہ اس ثقافت کا کوئی جز اس کے مزاج کے خلاف نہ ہو۔ اگر ایسا ہوا تو اسلام اسے بدل دے گا اور اس کی جگہ اپنی اقدار کو رکھ دے گا۔

اس گفتگو کے بعد اب تیسرے سوال کی طرف آیئے۔ اور وہ یہ ہے کہ پاکستانی ثقافت کیا ہے؟ سچ پوچھئے تو یہ سوال ذرا قبل از وقت ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ پاکستانی کلچر ابھی بنا ہی نہیں ہے بلکہ اب بننا

شروع ہوا ہے۔ کسی قوم کی ثقافت ایک دو دن میں نہیں بنا کرتی۔ قرنوں میں بنتی ہے۔ پاکستان کو بنے ابھی جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے ہیں۔ ابھی تک اس کا کلچر تقریباً وہی ہے جو متحدہ ہندوستان کا تھا۔ ہندوستان پہلے ہی سے مختلف تہذیبوں کا مجموعہ تھا۔ بیسوں زبانیں، بیسوں لباس، بیسوں غذائیں، بیسوں مذہب، بیسوں طرز معاشرت بھانت بھانت ثقافتوں کا مجموعہ پہلے ہی تھا۔ تقسیم ہند کے بعد اس میں کوئی خاص فرق نہیں پیدا ہوا۔ پاکستان میں اب بھی وہی شکل ہے۔ جس طرح ایک افغانی کے لباس، زبان، تہذیب وغیرہ کو دیکھ کر پہچان لیتے ہیں کہ یہ افغانی قوم کا فرد ہے اس طرح ایک پاکستانی کو دیکھ کر فی الفور پاکستانی سمجھ لینا دشوار ہے۔ اگر جناح کیپ نہ ہو تو اس میں اور ایک ہندوستانی میں بہ مشکل ہی فرق کیا جا سکتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ تمام مسلمان ممالک کے کلچر کو ہم اسلامی ہی کلچر کہیں گے لیکن افغانستان کا کلچر افغان اسلامی کلچر ہو گا۔ مصر کی اسلامی ثقافت مصری اسلامی ثقافت ہو گی۔ ھلم جراً۔ یہ سب تہذیبیں معلوم کرنے میں دیر نہیں لگتی۔ لیکن "پاکستانی اسلامی ثقافت" ابھی اس مرحلے پر نہیں پہنچی ہے جو ہمیں دوسرے اسلامی ممالک کی ثقافت کی طرح ممتاز کر سکے۔

اس وقت مشرقی پاکستان میں کچھ ثقافتی ہم آہنگی موجود ہے لیکن مغربی پاکستان میں سابق سندھی، پنجابی، سرحدی فرق نمایاں ہیں۔ یہ تمام فرق اپنی جگہ پر رہیں۔ اس میں چنداں حرج نہیں معلوم ہوتا لیکن یہ ضروری ہے کہ مملکت پاکستان کا ایک ایسا کلچر بھی ہو جو ان سب میں مشترک ہو۔ اس کے بغیر پاکستانی قوم کا امتیاز پیدا ہونا مشکل ہے۔

ہماری ایک مشترک زبان ہونی چاہیے جو اپنی گوناگوں خصوصیات اور ہمہ گیری کی وجہ سے سارے پاکستانیوں کے لیے قابل قبول ہو۔ مثلاً وہ تمام دوسری زبانوں کے ضروری الفاظ کو اپنے اندر اس طرح جذب کر سکے کہ اس کو ادا کرنے میں کوئی اجنبیت محسوس نہ ہو۔ پاکستان کے مختلف اطراف میں سمجھی، بولی اور لکھی جاتی ہو۔ اس میں مختلف علوم و فنون بالخصوص اسلامی علوم کے ذخیرے موجود ہوں۔ اور وہ ہماری دینی کتاب "قرآن مجید کی زبان سے قریب تر ہو۔ الفاظ اور ادائیگی کے لحاظ سے بھی اور رسم الخط کے لحاظ سے بھی۔ مزید برآں اس میں ایسی صلاحیت بھی ہونی چاہیئے کہ وہ تمام علمی، ادبی اور فنی ترقیوں کا آسانی سے ساتھ دے سکے۔ یہ ضرور ہے کہ ایسی مشترک زبان کو اپنانے کے بعد اس میں بہت سی لسانی سہولتیں بھی پیدا کرنی پڑیں گی کہ وہ پاکستان کی مختلف زبانوں اور بعض بیرونی زبانوں مثلاً انگریزی، عربی، فارسی وغیرہ کے الفاظ، تلفظ، محاورات اور ترکیبوں کو نہایت حسن و خوبی کے ساتھ اپنے اندر سمو کر جذب کر لے۔ اسی طرح لباس میں بھی یکسانی ہونی چاہیے۔ اس میں ہمیں اتنا لحاظ رکھنا پڑے گا کہ لباس ایسا ہو جو ہر امیر و غریب کو آسانی سے میسر آ سکے۔ موسمی اثرات کا بھی مقابلہ کر سکے۔ اپنی زینت کے لحاظ سے دیدہ زیب ہو۔ شرعی لحاظ سے ستر پوش ہو اور اس میں

اتنا تکلف نہ ہو کہ بعض دینی مراسم ادا کرنے میں دشواری پیش آئے ـــــ پاکستانی مملکت کی مختلف ثقافتوں کو گھل مل کر ایک نئی اسلامی تہذیب جنم دینا چاہئیے جو پاکستان کی مشرقی و مغربی ثقافتوں کو بھی ملا دے اور دوسری قوموں کی طرح ہماری ثقافت بھی ہر جگہ بآسانی پہچان لی جاسکے۔ یہ کیا ثقافت ہے کہ ایک ہی گھرانے میں پتلون، شلوار، پاجامہ اور دھوتی سب کچھ ایک ساتھ چل رہا ہے اور ایک ہی محلے میں اردو، پشتو، سندھی، پنجابی، بنگالی سب ہی زبانیں اس طرح بولی جارہی ہیں کہ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس قوم کی کوئی مشترک تہذیب اور قومی زبان بھی ہے

گلستانِ حدیث

مصنفہ محمد جعفر پھلواروی

چالیس منتخب احادیث نبوی کی تشریح جس کے ہر مضمون کی تائید میں دوسری احادیث اور قرآن کریم کی آیات سے ان کی مطابقت نہایت دلکش انداز سے پیش کی گئی ہے۔ انداز نگارش اچھوتا اور تشریحات جدید افکار واقدار کی روشنی میں کی گئی ہیں۔ کاغذ و طباعت عمدہ۔ مجلد مع گرد پوش۔ قیمت دو روپے آٹھ آنے۔

سیاستِ شرعیہ

مؤلفہ رئیس احمد جعفری

دنیا بادشاہت، آمریت، جمہوریت، اشتراکیت اور اشتمالیت کے نظاموں کا تجربہ کر چکی ہے لیکن انسانیت کے دکھ کا مداوا کہیں نہیں ملتا۔ اسلام نے بھی اب سے چودہ سو برس پہلے ایک دستور حیات پیش کیا تھا جو دوسرے تمام نظاموں سے بالکل الگ اور منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ سیاستِ شرعیہ میں قرآن اور حدیث کی روشنی میں اسی اجمال کی تفصیل ہے۔ قیمت ۵ روپے۔

ملنے کا پتہ: سیکریٹری ادارہ ثقافتِ اسلامیہ کلب روڈ۔ لاہور